گالیاں سن کر دعا دو۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح

صبر کا دعا اور دعوت الی اللہ سے گہرا رشتہ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 /اگست 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۳﴾ (ابراہیم: 12، 13)

پھر فرمایا:۔

یہ جلسہ سالانہ جو ابھی گزرا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، اسی کے رحم سے، اسی کے اذن سے بے شمار رحمتوں اور فضلوں کی بارشیں برسا کر چلا گیا لیکن اس کی تروتازگی، اس کی شادابی، آئندہ جلسے تک دلوں کو ہمیشہ تروتازہ رکھے گی اور پُر بہار رکھے گی بلکہ بہت سے دوست جو ملنے کے لئے آئے انہوں نے تو یہ کہا کہ یوں لگتا ہے کہ اس جلسے کی یاد ہمیشہ زندگی کا ساتھ دے گی اور جو روحانی لطف ہمیں یہاں نصیب ہوئے ہیں جب ہم جلسے کے لئے آئے تھے تو تصور بھی نہیں تھا کہ کیا کچھ لینے جارہے ہیں اور اس اظہار میں ہر قوم کے لوگ شامل ہیں۔ نئے آنے والے بھی اور پرانے بھی، مغربی بھی اور مشرقی

بھی، سب کا یہ تاثر ایک قدر واحد ہے، سب میں مشترک ہے کہ یہ جلسہ خدا کے خاص فضلوں اور رحمتوں کا نشان بن کر آیا اور ایسا نشان بنا ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے بھی ہمیشہ نشان کا کام دے گا۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے وہ اسی غرض سے چنی ہیں کیونکہ میں اس سے پہلے صبر کا مضمون بیان کرتا رہا ہوں اور آج بھی صبر ہی کے مضمون پر مزید کچھ کہنا تھا مگر اس آیت کریمہ نے ان دونوں باتوں کو جوڑ دیا ہے اس جلسے کا مضمون اور صبر کا مضمون اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ ان مخالفوں کو ان کے رسولوں نے کہا اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہم بھی تو تمہاری ہی طرح کے انسان ہیں اس سے بڑھ کر تو نہیں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ یہ اللہ کی شان ہے جس پر چاہتا ہے اس پر احسان فرماتا چلا جاتا ہے۔ تم پر کیوں اس کے احسان نہیں ہو رہے یہ مراد ہے، یہ مفہوم ہے جو اس میں مضمر ہے کہ ہم بھی تو انسان ہیں تم بھی انسان ہو ہمارے پاس کون سی طاقت ہے کہ اللہ سے زبردستی احسان چھین سکیں۔ مگر احسان برستے ہیں تو ہمارے کاندھوں پر، ہمارے سروں پر بارش ہوتی ہے اور تم خالی بلکہ اس کے برعکس نظارے دیکھ رہے ہو وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس پر بکثرت احسان فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اس کے دو معنے ہیں۔ مترجمین نے ایک ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی بھی روشن نشان یا روشن دلیل لاسکیں اور ایک ترجمہ یہ ہے کہ ہم میں کب طاقت تھی کہ اپنے زور سے کوئی بھی روشن نشان اور کوئی غالب دلیل تمہارے سامنے پیش کر سکتے مگر جو کچھ ہوا اللہ کے اذن سے ہوا ہے کیونکہ صرف اللہ ہی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو کسی کو ایک غلبے والی دلیل یا روشن نشان عطا فرمائے۔ تو مجھے تو یہی معنی یہاں موزوں بھی دکھائی دیتا ہے، ویسے بھی آنحضرت ﷺ اور انبیاءؑ کے حوالوں سے یہی معنی سجتا ہے۔ دوسرا بھی درست ہے ایک دائمی حقیقت ہے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی روشن نشان کسی کو عطا نہیں ہوسکتا۔ مگر وَمَا كَانَ لَنَآ میں جو مفہوم ہے کہ ہو چکا ہے اور ہماری طاقت میں نہیں تھا، نشان تو آیا ہے مگر ہم اپنی طاقت سے نہیں لائے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور جو نشان ہیں یہ اتفاقی حادثہ کے طور پر نہیں یہ جاری رہنے والے نشان ہیں اور اللہ پر توکل کے نتیجے میں عطا ہوتے ہیں ہم آئندہ بھی توکل ہی

کرتے چلے جائیں گے۔ پس یہ نشان چونکہ اپنی ذات، اپنی کوشش، اپنی ذہنی تدبیروں یا چالاکیوں سے نصیب نہیں ہوا کرتا بلکہ توکل کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس لئے فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ چاہئے کہ مومن اللہ ہی پر توکل کریں وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ اور ہمیں ہوا کیا ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا وہ ہمیں بار بار ہماری ہدایت کے رستے دکھاتا چلا آرہا ہے، دکھا چکا ہے۔ جب بھی کوئی مشکل درپیش ہو، جب بھی ہم دوراہے پر کھڑے ہوئے اس نے ہمیشہ ہدایت کے رستے ہمیں دکھائے تو وہ خدا آئندہ ہمیں کب چھوڑے گا۔ پس جس نے تمام ماضی میں ہمارا ساتھ دیا، ہر مشکل کے وقت ہمارے کام آیا، ہر مشکل فیصلے کے وقت صحیح فیصلے کی توفیق بخشی، ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم ایسے خدا پر توکل نہ کریں اور یقین نہ رکھیں کہ آئندہ بھی وہ ہم سے ایسا ہی سلوک فرمائے گا۔

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ہم ضرور صبر کریں گے، ہرگز صبر کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ اس چیز پر جو تم ہمیں تکلیف پہنچاتے ہو۔ اب اس سے پتا چلتا ہے کہ صبر کا یہ مضمون پہلے سے ان آیات میں مضمر ہے مومن جب خدا سے انعامات پاتے ہیں اس پر توکل کرتے ہیں تو جانتے ہیں کہ دشمن نے بہت تکلیفیں پہنچائی تھیں اور ان کا بدنتیجہ نکلنے کا احتمال تھا لیکن کیوں بدنتیجہ نہیں نکلا۔ اس لئے کہ ہم نے صبر کیا، خدا نے ہمیں صبر کی توفیق بخشی اور اللہ نے صبر کو قبول فرمالیا اور اس کے نتیجے میں پھر ہمارے صبر آسمان سے ہم پر رحمتوں کی بارشیں بن کر اترے۔ یہ مضمون ہے جو پہلے ہی سے ان آیات میں مضمر چلا آرہا تھا یہاں آکر کھل گیا ہے۔ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا اب ہم زیادہ پختہ عہد کرتے ہیں پہلے سے بڑھ کر قطعی طور پر فیصلہ کر چکے ہیں کہ جو تم دکھ پہنچاؤ گے ہم اس پر صبر کرتے چلے جائیں گے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور پھر اسی بات پر، توکل پر ہی مضمون کو عروج تک پہنچایا ہے۔ پس توکل کے یہ نتیجے ہوا کرتے ہیں، اسی کو توکل کہتے ہیں۔

صبر کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ صبر کا دامن چھوڑا بھی جاسکتا ہو اس وقت اگر کوئی انسان صبر کرے تو اس کا اجر ضرور اس کو عطا ہوتا ہے اور مومن کو چاہئے کہ ہمیشہ اللہ ہی پر توکل کرتا رہے۔

اب میں صبر کے متعلق مزید کچھ باتیں بعض احادیث کے حوالے سے اور بعض حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں چونکہ مضمون بہت وسیع

ہے، بہت سی آیات کریمہ صبر کے الگ الگ پہلوؤں پر روشنی ڈال رہی ہیں اس لئے اسے ایک لمبا سلسلہ تو بنایا نہیں جا سکتا آج کے خطبے میں انشاء اللہ چند امور پیش کر کے پھر آئندہ دوسرا مضمون شروع کروں گا۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہیں۔ یہ فضل صرف مومن کے لئے مختص ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی یا مسرت اور فراخی نصیب ہو تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کی شکر گزاری اس کے لئے مزید خیر و برکت کا موجب بنتی ہے اور اگر اس کو کوئی دکھ اور رنج، تنگی اور نقصان پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور اس کا یہ طرز عمل بھی اس کے لئے خیر و برکت ہی کا باعث بنتا ہے کیونکہ وہ صبر کر کے ثواب حاصل کرتا ہے۔

اب اس پہلو سے اس جلسے پر اس حدیث کا اس آیت کی روشنی میں دیکھیں کیسا واضح اطلاق ہوتا ہے۔ جتنے بھی اللہ نے ہم پر فضل نازل فرمائے ان پر آپ جتنا بھی شکر ادا کریں اتنا ہی کم ہوگا۔ پس آئندہ جلسے کی تیاری آج کے شکر سے شروع کر دیں اور مسلسل اللہ کی حمد کے گیت گاتے رہیں، اس کا شکر ادا کرتے رہیں اور یقین جانیں کہ جو کچھ بھی ہوا اسی کے فضل سے ہوا، اسی کے احسان سے ہوا ورنہ ہم میں ہرگز طاقت نہیں تھی کہ آج کے دور میں یہ عظیم الشان تبدیلیاں رونما کر سکتے، برپا کر سکتے جو رونما ہو رہی ہیں اور جن کے نتیجے میں دشمن پر ایک حشر بپا ہو چکا ہے۔ اس قدر تکلیف میں ہے دشمن، ان پر قیامت ٹوٹی ہوئی ہے اور اس مضمون کا اس پہلو سے اذیت سے تعلق ہے۔ جتنے خدا کے فضل بڑھتے ہیں اتنا ہی دشمن پیچ و تاب کھاتا ہے اور اذیت دینے کے نئے منصوبے بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آیت کریمہ میں یہ سمجھایا ہے کہ وہ منصوبے بنائے گا تو یاد رکھنا پہلے کب تم اپنی طاقت سے ان کی دشمنی سے بچ سکے تھے۔ پہلے کب تم نے ان منصوبوں کو ناکام اور نامراد کیا تھا۔ یہ اللہ ہی تھا جس کے فضل سے تم محفوظ رہے، جس نے ان کے منصوبوں کو نامراد کر دیا۔ پس اللہ پر توکل رکھنا اور ان کی ایذاء رسانی کا جواب اپنے ہاتھ سے دینے کی کوشش نہ کرنا، یہ معاملہ اللہ کے سپرد رہنے دو۔

یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی جماعت کو بار بار نصیحت کے ذریعے سمجھایا۔ پس آپ فرماتے ہیں شکر کرو گے خدا کی رحمتوں پر تو کثرت سے نعمتیں اور اتریں گی۔

اس کی رحمتوں کا نزول دن بدن بڑھتا چلا جائے گا اور تکلیف پر صبر کر جاؤ گے تو اس کے نتیجے میں تمہیں پھر ثواب ملے گا، پھر خیر و برکت عطا ہوگی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”صبر بڑا جوہر ہے۔ جو شخص صبر کرنے والا ہوتا ہے اور غصے سے بھر کر نہیں بولتا اس کی تقریر اپنی نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ اس سے تقریر کراتا ہے۔۔۔“

یہ جو غصے سے بھر کر بولنا ہے یہ عقل و خرد کو کھا جاتا ہے اور کوئی بھی ہوش باقی نہیں رہتی انسان میں۔ اس کے کلام میں برکت تو کیا معمولی عقل بھی باقی نہیں رہتی اور ایسا شخص مجنون کی طرح ہو جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا غصے سے بھر کر بولتا ہے یہ بہت پیارا، بہت فصیح و بلیغ محاورہ ہے۔ بہت دفعہ انسان غصے میں کلام کرتا ہے لیکن ساتھ ساتھ صبر کی طنابیں بھی کسے رکھتا ہے۔ کوشش کرتا ہے کہ ہر وقت تہذیب و تمدن کے دائرے سے باہر نہ جائے لیکن وہ جو غصے سے بھر کر بولتا ہے اس کے منہ سے سوائے غیظ و غضب اور گندگی اور بکواس کے کچھ نکلتا ہی نہیں۔ فرمایا:

ایسا شخص جو ”غصے سے بھر کر نہیں بولتا اس کی تقریر اپنی نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ اس سے تقریر کرواتا ہے۔ جماعت کو چاہئے کہ صبر سے کام لے اور مخالفین کی سختی پر سختی نہ کرے اور گالیوں کے عوض گالی نہ دے۔ جو شخص ہمارا مکذّب ہے اس پر لازم نہیں کہ وہ ادب کے ساتھ بولے۔۔۔“

فرماتے ہیں جو تکذیب کر رہا ہے اس پر کیوں لازم ہے کہ ہمارا ادب کرے۔ تم اپنے ایمان کے زاویئے سے دیکھ رہے ہو تمہیں تکلیف پہنچتی ہے۔ مگر دشمن، دشمن ہی ہے، جو مجھے خاص طور پر جھوٹا سمجھ رہا ہے وہ تو ویسے ہی آزاد ہے جس طرح چاہے مجھ سے سلوک کرے، جو چاہے مجھے کہے۔

”۔۔۔اس کے نمونے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بھی بہت پائے جاتے ہیں۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں مگر صبر کرنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تائید کرتا ہے جو صبر سے کام لے۔ دہلی کی سرزمین سخت ہے تاہم سب یکساں نہیں۔ کئی آدمی مخفی ہوں گے، جب وقت آئے گا تو وہ خود بخود سمجھ لیں گے۔ عرب بہت سخت ملک تھا وہ بھی سیدھا ہو گیا، دہلی تو ایسی سخت نہیں۔“

''میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی پر حملہ کریں یا اخلاق کے برخلاف کوئی کام کریں۔ خدا تعالیٰ بُردباری کا حکم دیتا ہے اور اسی کے مطابق کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے الہامات کی تفہیم بھی یہی ہے کہ بُردباری کریں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا شربت نہیں کہ فوراً کسی کے ہاتھ پر ڈال دیں''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ:518-517)

اس لئے یہ بہت ہی اہم نصیحت ہے جو جماعت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنی چاہئے اور ہضم کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کو بار بار پڑھنے کی جو نصیحت ہے اس میں یہی بڑی حکمت ہے کہ حضرت اقدس کی تحریریں بہت گہری چلتی ہیں۔ ایک ایک لفظ کا انتخاب اللہ کے تصرف کے مطابق ہوتا ہے اور جب تک انسان گہری نظر سے بار بار مطالعہ نہ کرے اس وقت تک صحیح معنوں میں ان تحریروں کا مفہوم پا نہیں سکتا اور نصیحت سے پورا استفادہ نہیں کرسکتا۔ جو چند باتیں اس نصیحت میں کی گئی ہیں ان میں سے چند نکات جو میں سمجھتا ہوں نمایاں طور پر آپ کے سامنے لانے ضروری ہیں، وہ میں رکھتا ہوں۔

یہ تبلیغ کا دور ہے اور خاص طور پر یہ جلسہ عالمی تبلیغ کی عظیم الشان کامیابیوں کا ایک مظہر تھا اور آئندہ جلسے کے لئے ابھی سے ہمیں تیاری کرنا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نصیحت کہ مخالفت ہوگی اور شرارتیں ہوں گی، صبر سے کام لینا ہے، صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ زبان میں کسی قسم کی سختی اور تلخی نہ ہو بلکہ پیار اور محبت اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جاؤ۔ یہی وہ نصیحت ہے جس سے سارا قرآن مختلف جگہوں پر بھرا پڑا ہے اور بڑی قوت کے ساتھ قرآن کریم نے اسی نصیحت کو بار بار دہرایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں مگر کرنا بڑا مشکل ہے۔ اس لئے صبر کے ساتھ دعا اور عبادت کا مفہوم شامل ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ:45) صبر کے ذریعے مدد مانگو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہے تو صبر دکھاؤ اور صبر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے حق میں جوش مارے گی اور قوت کے ساتھ تمہیں نصیب ہوگی لیکن چونکہ صبر کرنا مشکل ہے اس لئے صلوٰۃ کا ذکر بھی ساتھ فرمایا۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اس میں کئی مضامین ہیں مگر اس تعلق میں یہ دو باتیں سامنے

رکھنی چاہئیں۔اول یہ کہ محض صبر جبکہ انسان خدا کا عبادت گزار بندہ نہ ہو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ایسے صبر کی کوئی قیمت نہیں، اسے کوئی پھل نہیں لگتا۔شاذ کے طور پر بعض خاص حالات میں ایک مظلوم بندے کا صبر مقبول ہو جاتا ہے مگر ایک قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر شخص کا صبر ضرور پھل لائے گا مگر نمازی کا صبر ہے جو پھل لائے گا۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ پس مدد مانگو صبر کے ذریعے بھی اور صلوٰۃ کے ذریعے بھی اور دوسرا اس کا معنی یہ ہے کہ صلوٰۃ پر قائم رہو گے تو پھر ہی تمہیں صبر کی توفیق ملے گی۔ جو بے نمازی لوگ ہیں انہیں صبر کی توفیق ہی نہیں ملتی کیونکہ نماز پر قائم ہونا خود ایک بڑا صبر ہے۔قرآن کریم نے نماز کو صبر کے ساتھ باندھا ہے کہ نماز کی تلقین کرو وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ :132) اور اس بات پر صبر کے ساتھ قائم ہو جاؤ۔نماز کا صبر کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے اور حقیقت میں نماز اسی کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرنے والا ہو۔تو یہ دونوں مضامین ایک دوسرے سے ایک اٹوٹ تعلق رکھتے ہیں جو لازماً جاری رہے گا۔صابر بندے نماز پر بھی قائم ہوتے ہیں اور نماز پر صبر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حالت میں پڑھتے ہیں، ہر ابتلا میں پڑھتے ہیں۔سخت نیند کی حالت میں بھی اٹھتے ہیں ان کے پہلو بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔سخت تھکن کی حالت میں بھی نماز پڑھتے ہیں۔دفتروں میں بھی پڑھتے ہیں، دفتروں سے باہر بھی گھروں میں بھی، گلیوں میں نماز آئے تو گلیوں میں جگہ بنا لیتے ہیں۔یہ صبر ہے جو نماز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔تو وہ لوگ جو نماز پر صبر کرتے ہیں وہ جب تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں تو پھر نماز کی طرف مزید توجہ پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ہمیں جب کوئی دکھ کی بات پہنچتی ہے، کوئی پریشانی کی خبر ملتی ہے تو سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وضو کیا اور دروازے بند کئے، حجرے کے اور تنہائی میں خدا کے حضور گریہ وزاری کی۔تو قرآن کریم جب فرماتا ہے صبر کرو اور نماز پڑھو وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اس کے ذریعے مدد مانگو تو یہ دونوں ایک لازم و ملزوم چیزیں ہیں ان پر آپ کو قائم ہونا ہوگا اور باقی دشمن جو کرے گا شرارتیں وہ تو کرے گا ہی۔اگر کامیابیاں نصیب ہونی ہیں تو اس کی ایک قیمت تو ہمیں دینی پڑے گی یہ تو کامیابیوں کے ساتھ ایک لازمہ ہے۔جہاں آپ کا صبر کامیابیوں کے ساتھ ایک لازمہ ہے وہاں دشمن کی تکلیف آپ کی کامیابیوں کے ساتھ ایک لازمہ ہے۔آپ کو کامیابیوں کے نتیجے میں شکر کی توفیق ملتی ہے اور صبر کی توفیق ملتی ہے۔صبر کی توفیق اس لئے

ملتی ہے کہ دشمن کو تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ ایذاء رسانی کرتا ہے تو پھر آپ کو صبر کی توفیق ملتی ہے اور شکر اور صبر دونوں ہی بڑی نعمتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے مضمون کھول دیا ہے، خوب روشن فرما دیا ہے کہ اگر تم شکر کرو تب بھی موجیں ہی موجیں ہیں۔ صبر کرو تو وہ بھی بڑی نعمت ہے۔ تو مومن تو ہر حال میں کامیاب ہی ہوتا ہے۔ اس پر کوئی اندھیرا ایسا نہیں آتا کہ اس کی ترقی کی رفتار رک جائے۔ دن کو بھی چلتا ہے، رات کو بھی آگے بڑھتا ہے۔ پس اس پہلو سے آپ اپنا باقی وقت شکر کے ساتھ گزاریں اور تیار رہیں کہ دشمن جو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرے گا اس پر لازماً صبر اختیار کرنا ہے اور پھر صبر اور نماز کے ذریعے دشمن کا مقابلہ کرنا ہے اور یہ دو ایسے مؤثر ہتھیار ہیں جو کبھی ناکام نہیں ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبر کے تعلق میں مثال دی ہے:

''دہلی کی سرزمین بڑی سخت ہے۔''

اب دیکھیں اس کا کیا تعلق ہوا۔

''صبر جیسی کوئی شے نہیں مگر صبر کرنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تائید کرتا ہے جو صبر سے کام لے۔ دہلی کی سرزمین بڑی سخت ہے۔۔۔''

تعلق یہ ہے کہ تبلیغ میں صبر کے بغیر بات بنتی نہیں۔ جس زمین کو تم سخت سمجھ کر چھوڑ دیتے ہو بعض دفعہ اسی میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہری بھری کھیتیاں پھوٹنے لگتی ہیں اور وہی زمین بالآخر زرخیز ثابت ہوتی ہے۔ مثال دلّی سے شروع کر کے بات عرب تک پہنچائی۔ فرمایا:

''عرب بہت سخت ملک تھا وہ بھی سیدھا ہو گیا۔ دہلی تو ایسی سخت نہیں''

تو آپ نے دنیا میں جہاں جہاں بھی دلّی فتح کرنی ہے یاد رکھیں کہ اس سے پہلے خیبر بھی فتح ہوا تھا۔ عرب کی سرزمین بھی تو بہت سخت تھی اور بالآخر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ مغلوب ہو گئی اور مومن کے صبر نے وہ زمینیں جیتی ہیں۔ پس صبر کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر تبلیغ میں صبر نہ ہو تو انسان بہت سی فتوحات اور کامیابیوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

''۔۔۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی پر حملہ کریں۔۔۔''

حملہ کریں کا موقع کیا ہے؟ تبلیغ کر رہے ہیں صبر سے کام لیں تو حملے کا کیا موقع ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بعض دفعہ دشمن اتنی ایذاء رسانی کرتا ہے کہ انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور پھر کمزور ہوتے ہوئے بھی بعض دفعہ عواقب سے بے نیاز ہو کر حملہ کر بیٹھتا ہے۔ بعض دفعہ انسان جس کا صبر کا دامن ہاتھ سے جاتا رہے اتنی تکلیف اسے پہنچے کہ پھر وہ یہ سوچتا بھی نہیں کہ اس کے بعد میں مارا جاؤں یا میرے بھائی بندوں کو نقصان ہوگا۔ بعض دفعہ طیش میں آ کر یا خود اپنی تکلیف سے عاجز آ کر حملہ کر بیٹھتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاً جو حملے کا خیال آیا ہے صاف پتا چل رہا ہے کہ اس کے پس منظر میں آپؑ بہت تکلیفیں دیکھ رہے ہیں۔ آپؑ جانتے ہیں کہ دلّی بھی فتح ہوگی جیسے عرب فتح ہوا تھا مگر کن کن راہوں سے گزرنا پڑے گا، کن آزمائشوں میں سے ہو کر جانا ہوگا۔ فرماتے ہیں، بعض لوگ حملہ کر بیٹھتے ہیں۔ صاف پتا چل رہا ہے کہ بہت سخت ایذاء رسانی ہوگی، سخت گالیاں دی جائیں گی، سخت تکلیفیں پہنچائی جائیں گی مگر حملہ نہیں کرنا۔

”۔۔۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی پر حملہ کریں یا اخلاق کے برخلاف کوئی کام کریں۔ خدا تعالیٰ بردباری کا حکم دیتا ہے اور اسی کے مطابق کرنا چاہئے۔۔۔“۔

بردباری اور صبر کیا دو الگ الگ چیزیں ہیں؟ ملتی جلتی چیزیں ہیں؟ ان میں کیا فرق ہے۔ صبر تکلیف پر برداشت کو کہتے ہیں یا غم پر برداشت کو کہتے ہیں اور اپنے غصے پر برداشت کو بھی کہتے ہیں۔ ان مختلف مواقع کی نسبت سے صبر کی کیفیت کچھ بدلتی جاتی ہے لیکن بُردباری اور چیز ہے۔ بُردباری اس حوصلے کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں دشمن تکلیف پہنچا رہا ہے لیکن انسان اس کو اتنا حقیر اور بے حقیقت دیکھتا ہے کہ تکلیف ہوتی بھی نہیں اس کو۔ وہ بڑے وقار اور برداشت کے ساتھ ان باتوں کو سنتا ہے جیسے بعض دفعہ پتھر سے گولیاں ٹکرا کر چپٹی ہو ہو کر گرتی رہتی ہیں اور پتھر کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تو بردباری بھی مومن کی ایک عظیم صفت ہے جو اس کو ہر قسم کے حملوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ ہمیں بردباری اختیار کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ بچہ چھوٹا سا بچہ ماں باپ کو ٹانگیں مارتا ہے، شور مچاتا ہے، وہ مسکراتے ہوئے اس کو پکڑ کے اپنے سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی ٹانگ نہ لگ جائے مگر غصہ نہیں آتا، کوئی دکھ نہیں پہنچتا جسے وہ برداشت کریں۔ یہ بردباری ہے

اور بردباری کے اندر ایک تعلق بھی پنہاں ہوتا ہے کوئی قابل نفرت چیز ہو اس سے انسان ایسی بردباری نہیں دکھا سکتا جیسی ایسے شخص سے جس سے کوئی تعلق، کوئی رشتہ ضرور ہو۔ پس تم نے بنی نوع انسان کی ہمدردی کی خاطر ایک کام شروع کیا اس کے ردعمل کے طور پر انہوں نے تکلیفیں پہنچائیں۔ تو اس طرح دیکھو کہ بے چارے جاہل لوگ، ان کو کیا پتا کیا کر رہے ہیں اور وقار کے ساتھ گزر جاؤ۔

بردباری کے نتیجے میں تکلیف پہنچانے والے کو تکلیف پہنچتی ہے، یہ ایک طبعی امر ہے اور اسی میں آپ کا جواب بھی ہے، اسی میں آپ کا انتقام بھی ہے۔ اس کے بعد پھر صبر آسان ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ بعض لوگ کسی کو گالی دے کر ایذاء رسانی کرنا چاہتے ہیں اس کو غصہ ہی نہیں آ رہا ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے ہوسکتا ہے دل میں ہو لیکن ظاہر نہیں ہونے دیتا تو اور بھی زیادہ وہ شخص مشتعل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس قدر جوش سے بھر کر پھر وہ گالیاں دیتا ہے اور اگلا اگر اسی طرح بردباری کے ساتھ گزر جائے تو آخری نتیجہ یہ ہے کہ گالیاں دینے والا اپنی گالیوں سے زیادہ متاثر ہوا ہے زیادہ عذاب میں مبتلا ہوا ہے بہ نسبت اس کے جس کو گالیاں دی گئیں۔ تو بردباری ایک عظیم دفاع ہے۔ بعض دفعہ ایک انسان پتھر پہ گولی مارے تو وہی گولی واپس آ کر اس کے لئے جان لیوا ہو جاتی ہے۔ تو بردباری کرو تاکہ ساتھ ہی تمہارا انتقام بھی ہو لیکن بردباری میں کوئی ہیجان نہیں ہوتا۔ ایک جوابی حملہ اور کوئی جوابی حرکت نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے پتھر کی دیوار سے مثال دی ہے۔ پتھر کی دیوار واپس آ کر اس پر حملہ تو نہیں کرتی جیسے جانور کو آپ کچھ کہیں تو وہ آپ پر حملہ کر دے۔ وہ اپنے وقار کے ساتھ اسی طرح عظمتوں کا پہاڑ بنے ہوئے کھڑی رہتی ہے اور گولی آتی ہے اس کو لگ کر واپس گولی مارنے والے کی طرف دوڑتی ہے۔ تو عموماً بنی نوع انسان کے تعلقات میں اسی طرح کا مضمون ہم دیکھتے ہیں۔ ہمیشہ بردبار پر حملہ کرنے والا خود زیادہ تکلیف اٹھاتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بہت ہی قیمتی نسخہ ہمارے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔ فرمایا:

> ”بردباری کا حکم دیتا ہے اسی کے مطابق کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے الہامات کی تفہیم بھی یہی ہے کہ بردباری کریں۔۔۔“

پس یہاں صبر سے ہٹ کر ایک اور مضمون جو شروع ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے الہامات کا مفہوم ہے جو آپ بیان فرما رہے ہیں۔ صبر کے مواقع بھی آئیں گے ضرور اور

آتے ہیں لیکن بہترین دفاع بردباری ہے۔ پس جماعت کو بھی بردباری سے کام لینا چاہئے۔ فرماتے ہیں

''ہمارے پاس کوئی ایسا شربت نہیں کہ فوراً کسی کے ہاتھ پر ڈال دیں''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ: 518-517)

اب ہاتھ پر ڈال دیں اور فوراً میں کیا تعلق ہوا۔ شربت تو پلایا جاتا ہے مگر اگر افراتفری میں کسی کو پیاس ہو تو ہاتھ آگے کرتا ہے۔ کہتے ہیں:

''پلا دے اوک سے ساقی''

تو یہ اوک آگے کی جاتی ہے کہ اتنی جلدی ہے کہ گلاس ڈھونڈنے کا بھی وقت نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فصاحت و بلاغت ایک عجیب مقام پر ہے، حیرت انگیز ہے۔ جس سرعت کا مضمون بیان کر رہے ہیں اسی طرح یہ نہیں فرمایا کہ ہم اس کے منہ میں ڈال دیں شربت۔ فرمایا اس کے ہاتھ پر ڈال دیں۔ اس نے بھی تو جلدی میں ہاتھ آگے کیا ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسا نسخہ نہیں کہ فوراً اس کو صبر کا شربت پلا دیں۔ صبر تو کرتے کرتے آئے گا اور محنت کرنی پڑے گی۔ اپنی تربیت کرنی ہوگی، اپنے آپ کو سلیقہ سکھانا ہوگا اور اس کے لئے انسان اپنی تربیت سب سے اچھی کر سکتا ہے مگر اگر دعا کے ذریعے مدد مانگتا رہے اور اگر دعا کے ذریعے مدد نہ مانگے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''صبر کرو کہ یہ وقت صبر کا ہے۔ جو صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے بڑھاتا ہے۔ انتقام کی مثال شراب کی طرح ہے کہ جب تھوڑی تھوڑی پینے لگتا ہے تو بڑھتی جاتی ہے حتی کہ پھر وہ اسے چھوڑ نہیں سکتا اور حد سے بڑھتا ہے اس طرح انتقام لیتے لیتے انسان ظلم کی حد تک پہنچ جاتا ہے'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ: 354)

یعنی وہ شخص بھی جو طبعاً ظالم نہ ہو بلکہ متوازن مزاج رکھتا ہو وہ بھی اگر اپنے آپ کو بار بار انتقام کی اجازت دے گا تو انتقام کی آگ خود ایسی ہے جو مزید کا مطالبہ کرتی چلی جاتی ہے۔ اس میں جہنم کی وہ صفت ہے هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق: 31) کا تقاضا ہے جو انتقام کی آگ سے از خود پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا تم بڑھو گے پھر اور جب بڑھو گے تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ حد اعتدال سے تجاوز کر جاؤ

گے اور جتنا تم پہ ظلم ہوا ہے اس سے زیادہ ظلم کر بیٹھو گے اور اگر یہ کرو گے تو خود اپنا نقصان کرو گے اور بالآخر اللہ کی نظر سے گر جاؤ گے۔ پس اس خوف سے کہ کہیں ہم اپنے بدلے اتارتے اتارتے اللہ کی نظر سے نہ گر جائیں صبر سے کام لینا بہتر ہے اور جہاں تک ممکن ہے انسان انتقام سے احتراز کرے۔

پھر اپنی جماعت سے خطاب کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحتیں جو ہیں وہ سنئے ۔فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں۔ جیسے آنحضرت ﷺ کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔۔۔''۔

اب یہاں صبر دوسرے معنوں میں ہے۔ایک شخص جو احمدی ہوتا ہے اس کے لئے فوراً صبر کا امتحان در پیش ہوتا ہے یعنی ادھر احمدی ہوا، ادھر صبر کے ابتلاء کا، صبر کی آزمائشوں کا آغاز ہو گیا اور آج کل تو کثرت سے مجھے ایسے خط ملتے ہیں، ایسی اطلاعیں ملتی ہیں کہ ایک خاندان احمدی ہوا ہے اور طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہو گیا، خود اس کے والدین اس کے دشمن ہو گئے۔اس کو جائیدادوں سے عاق کر دیا گیا بلکہ والدین نے خود بعضوں کو مقرر کیا بد معاشوں کو کہ اگر یہ کبھی قریب آئے تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔اس قدر سخت مصیبتیں پڑتی ہیں قبول حق کی راہ میں کہ اس کا صبر کے بغیر مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ناممکن ہے کہ انسان صبر کے بغیر ان ابتلاؤں سے زندہ بچ کے نکل سکے۔فرماتے ہیں

''۔۔۔سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بہن بھائی بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔تم انبیاءؑ اور رُسل سے زیادہ نہیں ہو۔ان پر اس قسم

کی مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاءؑ و رُسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو“۔

پس انبیاءؑ پر بھی جو مشکلات آئیں ہیں وہ نعوذ باللہ من ذالک کسی سزا کے طور پر تو نہیں آئیں یا مٹانے کی غرض سے تو نہیں آئیں وہ تو انہیں پہلے سے مضبوط تر کرنے کے لئے آئی ہیں اور صبر کے ذریعے انہوں نے مقابلہ کیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”۔۔۔انبیاءؑ و رُسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو، تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔۔۔“

اگر تم ایسا کرو گے تو پہلے انبیاءؑ کا کیا نقصان ہو گیا وہ تو ہمیشہ بڑھتے ہی رہے اور بالآخر دشمن کلیۃً ناکام اور نامراد ہو کر رہ گیا۔ پس آج بھی وہی حربہ ہے جو استعمال کرنا ہے جو پہلے کامیاب تھا آج بھی کامیاب ہوگا۔

”۔۔۔وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے اور نہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے میں شمولیت اختیار کر لی ہے ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے“۔

یہاں دعا کے ساتھ ”غائبانہ“ کا لفظ لگا دیا ہے۔ بعض دفعہ بعض دعائیں لوگوں کو سنانے کے لئے ہوتی ہیں کہ اچھا تم یہ کہہ رہے ہو، ہم یہ دعا دیتے ہیں۔ اس میں بھی ایک انانیت کا پہلو ہوتا ہے۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ تم گندے ہو اور ہم صاف ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غائبانہ کا لفظ داخل کر کے خصوصیت کے ساتھ ہماری توجہ اس طرف پھیر دی کہ جب تمہارا دشمن جو تمہاری بدی چاہتا ہے ہر قسم کی زیادتیاں تم پر کر رہا ہے، اس وقت تمہیں دیکھ بھی نہیں رہا اگر تم اس کی ہمدردی میں اس کے لئے دعا کرو گے تو یہ تمہاری سچائی کی علامت ہے اور تمہاری دعا کی قبولیت کا ایک نشان

بن جائے گا کیونکہ ایسی دعائیں جو تکلیف دینے والے کے لئے کی جاتی ہیں اور اس کو پتا بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو زیادہ قبول فرماتا ہے۔

”۔۔تم اپنے پاک نمونہ، صاف چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔۔۔“

اب یہ بھی بہت ہی اہم نصیحت ہے۔ اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ تم بد ہو گئے ہو، تو بد ہو کر تمہیں پاک رسمیں کیسے نصیب ہو گئیں اچھی راہ کیسے مل گئی۔ پس نیکیوں میں آگے بڑھو اور ایسا پاک نمونہ دکھاؤ کہ دشمن خود دیکھ لے اور سمجھ لے کہ اس نے جو بھی راہ اختیار کی ہے وہ اچھی ہے اور ہم سے بہتر انسان بن رہا ہے اور بسا اوقات رشتے داروں میں تبلیغ میں سب سے موثر ذریعہ یہی بنتا ہے۔ جب وہ تکلیفیں دینے والے تکلیفیں دے رہے ہیں، جواباً کوئی سختی کا عمل نہیں دیکھتے بلکہ ضرورت کے وقت کام آنے والا بیٹا یہی ثابت ہوتا ہے جو احمدیت اختیار کرنے کے نتیجے میں ان کی طرف سے کاٹا گیا تھا۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے سے بڑھ کر با اخلاق ہو گیا ہے، نمازوں پر قائم ہو گیا ہے، غریبوں کا ہمدرد ہو گیا ہے، بنی نوع انسان کی بھلائی چاہتا ہے تو ایسے نیک نمونے کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور زبانی تبلیغ کے مقابل پر ایسے شخص کا پاک نمونہ بہت زیادہ قوی اور موثر تبلیغ بن جاتا ہے۔

”۔۔۔دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں۔۔۔“

اب مامور تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ہی لیکن خصوصیت کے ساتھ اس امر پر مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں۔ یہ ماموریت کا بار بار کے ساتھ جو تعلق ہے یہ دراصل وہی مضمون ہے جو قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے تعلق میں بیان ہوا ہے فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ: 10) اور فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (الغاشیہ: 22) ان دونوں آیتوں کو اکٹھا پڑھیں تو صاف پتا چلتا ہے کہ بار بار نصیحت کرنا ایسا کہ اس کی شخصیت کا نام مذکر بن جائے، مستقل مذکر ہی کہلائے، یہ وہ امر ہے جس پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو مامور فرمایا گیا تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں بھی قرآن ہی کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور قرآن ہی سے پھوٹتی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں میں اس بابت مامور کیا گیا ہوں کہ تمہیں اس

بات کی بار بار نصیحت کروں۔

''۔۔۔بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامے کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔''

اب یہ جو کھسکنا لفظ ہے یہاں بہت برمحل استعمال ہوا ہے۔ دراصل یہ کھسکنا کسی بدنی خطرے سے بچنے کی خاطر نہیں ہے بلکہ اشتعال سے بچنے کی خاطر ہے۔ یہ مضمون ہی وہ بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا ہے جب دشمن گندی زبان استعمال کرتا ہے، ظالمانہ حملے کرتا ہے تو تم بعض دفعہ دیکھتے ہو کہ شاید تم میں اب طاقت نہ رہے کہ زیادہ صبر کر سکو اور ہو سکتا ہے تمہارا پیمانہ لبریز ہو جائے اور تم بھی جواباً ویسی ہی کارروائی شروع کر دو۔ تو ایسی صورت میں کھسکنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہے خاموشی سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی ایسے محل ہی سے گریز کرو، ایسے مقام سے اجتناب کرو اور الگ ہونے کی کوشش کرو اور کھسکنے میں آہستگی بھی پائی جاتی ہے، تیزی سے بھاگنا نہیں ہے تیزی سے بھاگنے والے کو کھسکنے والا نہیں کہتے۔ بھاگنے کے ساتھ خوف شامل ہے اور کھسکنے کے ساتھ ایک سلیقہ، طریقہ ہے کہ خاموشی سے، آہستہ سے نکل جاؤ وہاں سے بھاگ کر نہیں جانا اس میں بھی بے غیرتی ہے اور بزدلی ہے اور مومن بے غیرت اور بزدل نہیں ہوا کرتا۔

''اور نرمی سے جواب دو۔ (جواب دینا ہے نرمی سے دینا ہے)'' بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تو خود اسے شرم آجاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔''

بسا اوقات ایسے خوفناک قتال سے انسان صبر کے ذریعے نجات پاتا ہے جہاں توپیں بے

کارہوتیں لیکن صبر نے بڑے غالب دشمن کے شر سے انسان کو بچالیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لے رہے، بہت گہری حقیقت ہے کہ

’’۔۔۔صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔۔۔‘‘

ایک زائد بات اس میں یہ ہے کہ توپیں دلوں کو فتح نہیں کیا کرتیں۔ وہ جسموں کو مار تو دیتی ہیں اور ایک انسان کی عزت کو خاک میں تو ملا دیتی ہیں مگر دل نہیں جیتا کرتیں۔

’’۔۔۔یقیناً یاد رکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔۔۔‘‘

اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ دیکھیں کیسا اپنائیت کا اظہار ہے اور بلند توقعات کو ایک چھوٹے سے جملے میں کس وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ ہماری جماعت کا، لڑ پڑتا ہے چھوٹی سی باتوں پر۔ فرمایا مجھے اس کا بہت رنج پہنچتا ہے۔

’’۔۔۔اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی۔۔۔‘‘

اب ٹھہرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے، نہیں فرمایا۔ فرمایا ’ٹھہرے گی‘۔ اس بات میں قطعاً شک نہیں ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ عارضی انفرادی کمزوریوں کے باوجود لازماً یہی وہ جماعت ہے جس نے تمام دنیا میں نمونہ بننا ہے تو فرمایا کہ

’’خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی۔‘‘

اب جو ’نمونہ ٹھہرے گی‘ کا محاورہ ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ایک عظیم گواہ ہے۔ ورنہ ایک شخص اپنے نفس سے جو باتیں کرتا ہے وہ یہ بات نہ کہے گا کہ ٹھہرے گی وہ کہے گا کہ خدا تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ جس کو نمونہ بنانے کے لئے قائم کیا گیا ہے وہ اس طرح میدان چھوڑ جائے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے۔ آخری فتح پر کامل یقین ہے، نظر دور تک ہے۔ فرمایا یہ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ یہ جماعت صبر کا نمونہ نہ بنے۔ عارضی انفرادی غلطیوں سے صدمے تو مجھے پہنچتے ہیں مگر یہ یقین اپنی جگہ کامل ہے کہ لازماً یہ جماعت ایک دن صبر کا نمونہ بن کر ابھرے گی۔

’’وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے۔‘‘

صبر کی راہ سے ہٹنا تقویٰ کی راہ سے ہٹنا ہے۔

’’بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔‘‘

یعنی بے صبرے کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

’’۔۔نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں۔۔۔‘‘

اب ایک اور بہت ہی پیاری توقع اپنی جماعت سے جو علم پر مبنی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بتا رہے ہیں کہ احمدی اپنی وجہ سے بھی بعض دفعہ جوش میں آ جاتے ہیں مگر ’’نہایت کار‘‘ آخری جو ابتلاء ان پر درپیش آتا ہے وہ اس وقت آتا ہے جب مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں، اس وقت کوئی احمدی برداشت نہیں کر سکتا تو ’’نہایت کار‘‘ کے لفظ نے ایک عجیب نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے جماعت کا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہاں تک نظر ہے۔ فرمایا چلو وہاں تک ہوگا نہ پھر۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری کیا حالت ہوتی ہے۔

’’تم اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو‘‘

میری خاطر آگے آ کر صبر کے پیمانے توڑ کر وہاں قدم نہ رکھو جہاں قدم رکھنے کے تم مجاز نہیں ہو جس کی اجازت نہیں ہے۔ فرمایا میرا معاملہ، میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو

’’۔۔۔تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ میں ان لوگوں سے کس قدر گالیاں سنتا ہوں۔۔‘‘

تم چند گالیاں سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہو بعض دفعہ، تمہیں کیا پتا میں کتنی سنتا ہوں۔

’’اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور کھلے کارڈوں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ بیرنگ خطوط آتے ہیں جن کا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے ایسی فحش گالیاں ہوتی

ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئیں۔۔۔‘‘

اور یہ حقیقت ہے تاریخ مذاہب پر نظر ڈال کر دیکھ لیں، کسی تاریخی حوالے سے یہ بات ثابت نہیں کہ جتنا گند حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف نے بکا ہے اس کا عشر عشیر بھی کبھی پہلے کسی نبی کے متعلق اس طرح بکواس کی گئی ہو۔

فرماتے ہیں:

’’ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئیں اور میں اعتبار نہیں کرتا کہ ابوجہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو‘‘۔

سبحان اللہ! کیا عجیب بات ہے۔ ابوجہل نے مادے کی حد تک تو سب کچھ کر دیا لیکن اس میں وہ مادہ نہیں تھا خباثت کا جو آج دیکھنے میں آ رہا ہے۔ جو نمونے ہم آج دیکھ رہے ہیں اس مادے کے لوگ پہلے تھے ہی نہیں۔ یہ انتہا ہو چکی ہے۔ مگر ابوجہل کو اگر یہ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں دیتا تھا تو اس کی شرافت ہوتی۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو غور سے سنا کریں اور بڑے غور سے پڑھا کریں۔ ایک دفعہ یہ سمجھ نہ آئے تو دوسری دفعہ پڑھا کریں۔ آپ کا ہر لفظ ایک بہت ہی احتیاط کے ساتھ چنا ہوا ایک نگینہ ہوتا ہے جو جہاں بٹھایا جاتا ہے وہیں بیٹھنے کے لائق ہوتا ہے۔ اس سے ارد گرد اس کو آپ سرکا نہیں سکتے۔ ابوجہل کا مقابلہ تھا یہ کہہ دیتے کہ ابوجہل ایسی گالیاں نہیں دیا کرتا تھا تو صاف پتا چلتا کہ ابوجہل زیادہ بردبار انسان تھا۔ شرافت اس میں زیادہ تھی آپؑ نے فرمایا اس میں مادہ ہی نہیں تھا اتنا۔ جہاں تک خباثت کا مادہ تھا اس نے کوئی کمی نہیں کی مگر گندی گالیوں میں یہ خمیر اور ہے اور یہ اسی پلید مٹی سے بنے ہوئے لوگ ہیں۔

’’لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے۔ جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔‘‘

جب مجھے امام مانا ہے اپنے متعلق میں ایسے صبر سے کام لیتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔

’’درخت سے بڑھ کر تو شاخ نہیں ہوتی‘‘۔

درخت کے اوپر حملہ ہوتا ہے اور درخت جو نمونے دکھاتا ہے کیا شاخ کو زیب دیتا ہے کہ وہ نمونے نہ دکھائے۔ ’’تم دیکھو کہ یہ کب تک گالیاں دیں گے۔ آخر یہی تھک کر رہ جائیں گے‘‘۔ دیتے چلے جائیں، دیتے چلے جائیں، آخر تھک کر رہ جائیں گے۔‘‘ آج ہی مجھے کوئی کہہ رہا تھا کہ اس عالمی جلسے کے بعد مولویوں کے بیان آرہے ہیں ان میں کچھ تھکن کے آثار دیکھ رہا ہوں میں۔ بہت ہی پیاری بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی لکھ رہے ہیں، یہی پیشگوئی فرما رہے ہیں کہ تم دیکھو گے کہ آخر کہاں تک جائیں گے یہ۔ آخر یہیں تھک کر رہ جائیں گے۔

’’ان کی گالیاں، ان کی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز تھکا نہیں سکتے‘‘

پس ہم اس کے غلام ہیں جس کے خمیر میں، جس کی مٹی میں ناکامی کا خمیر نہیں، جسے کوئی چیز تھکا نہیں سکتی۔ پس آپ بھی کامل وفاداری کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھیں اور کسی آزمائش، اور کسی دکھ، کسی تکلیف کے مقابل پر تھکنا نہیں اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔

’’اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو بے شک میں ان کی گالیوں سے ڈر جاتا لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پرواہ کروں۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ تم خود غور کرو کہ ان کی گالیوں نے کس کو نقصان پہنچایا ہے؟ ان کو یا مجھے؟ ان کی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 158-156)

اب دیکھیں یوں لگتا ہے جیسے اس جلسے کی کامیابیوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر کا براہ راست ایک تعلق ہے بعینہٖ اسی غرض سے بنائی گئی ہو اور جس طرح اب دشمن نے شور مچا دیا ہے گالیاں دوبارہ شروع کردی ہیں اس کے مقابل پر ہمیں نصیحت اور پھر تھکن کے آثار جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سو سال پہلے دیکھے تھے وہ آج ہمیں بھی دکھائی دینے لگے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کیا نقصان ہوا ہے؟ میری جماعت بڑھی ہے اور بڑھتی رہے گی۔ ان لوگوں نے کم ہونا ہی ہے اور کم ہوتے رہیں گے۔

اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کرسکتی ہیں تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہوگئی۔

اب دیکھیں سو سال پہلے جس وقت کی یہ تحریر ہے پوری جماعت کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ دو لاکھ سے زائد یہ جماعت کیسے پیدا ہوگئی اب وہی مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا صبر اور دعائیں ہیں جن کے نتیجے میں اب ایک ایک سال میں خدا تعالیٰ کے فضل سے آٹھ آٹھ لاکھ سے زیادہ جماعت پیدا ہو رہی ہے اور یہی صبر ہے اور یہی توکل ہے جو کل اس تعداد کو بھی دوگنا کر سکتا ہے اگر اللہ چاہے۔

پس سارا سال شکر سے کام لو، سارا سال صبر کے ساتھ چمٹے رہو، ان کی گالیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو۔ نہ پہلے ان کی گالیاں کوئی نقصان پہنچا سکی تھیں نہ آئندہ نقصان پہنچا سکیں گی۔ ہم دیکھیں گے کہ دن بدن یہ تھکتے چلے جا رہے ہیں اور مایوس اور نامراد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک وقت لازماً آئے گا کہ ان کے چہروں پر ان کی ناکامیوں اور نامرادیوں کی سیاہیاں پھیل جائیں گی۔ وہ دن ہوگا جبکہ مومنوں کے چہرے اللہ کے احسانات سے روشن ہوں گے اور دن بدن روشن تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین